آئو! جشنِ ولادتِ رسول ﷺ منائیں

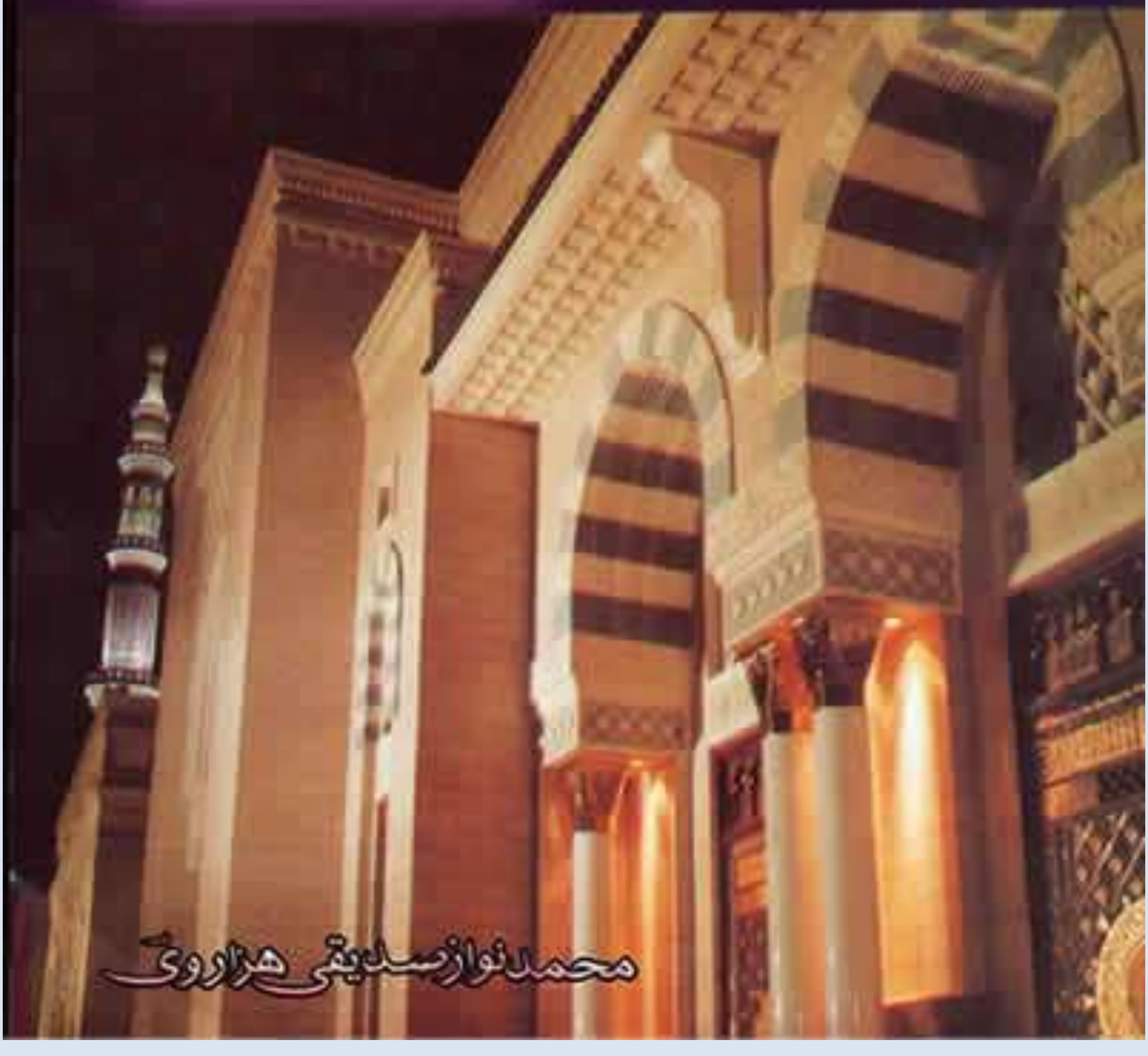

محمد نواز صدیقی ہزاروی

انتساب

سرتابہ قدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول بدن پھول زقن پھول
کیا بات رضا اُس چمنستانِ کرم کی
زہرہ ہے کلی جس کی حسینؓ اور حسنؓ پھول

امام اہلسنت محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے صحیح جانشین پُر اعتماد ساتھی مفتی اعظمِ ہند شاہ مصطفےٰ رضا خان صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ مجاز عالم ابنِ عالم شہید اہلسنت حضرت مولانا ابو شاہ محمد عبدالقادر صاحب رحمتہ اللہ علیہ (م 1963) اور برادرِ عزیز حضرت مولانا عبدالمصطفےٰ صاحب قادری رضوی نوری علیہ الرحمتہ (م 1995) کے نام جن کی مذہبی و ملی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

نیاز مند

محمد نواز صدیقی ہزاروی

جشنِ میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اسلام دین فطرت ہے اس کی (ہمہ گیر و عالمگیر تعلیمات) اپنے پیروکاروں کی ہر لحاظ سے رہنمائی کر رہی ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس دین مبین کی تعلیمات میں اتنی وُسعت و جامعیت رکھی ہے کہ ہر ملک و ملت کے حالات وافراد کی ثقافت و ضروریات اور آئے دن پیدا ہونے والے معاملات و واقعات میں ڈھل جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک، نسل و زمانہ کے سلیم الفطرت لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام ہماری ضرورت ہے۔ اس کے دامن رحمت میں پناہ لے رہے ہیں اور ہر زمانہ و نسل کے لوگ اس کے عطا کردہ احکام و نواہی و دیگر زریں اصول اپنانے میں ہی راحت و سکون اور نجات حاصل کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

آپ جانتے ہیں کہ انسان دُکھ سکھ اور خوشی غمی کی کیفیات و حالات سے دوچار ہوتا رہتا ہے اس لیے یہ دین فطرت غم و اَلم اور کسی نعمت سے محروم ہونے پر صبر کی تلقین کرتا ہے۔ جان و مال کے لحاظ سے خُوشحالی اور نعمت کے حصول پر شکر کرنے، اس کو یاد رکھنے بلکہ اس نعمت کا چرچا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔ اگر تم شکر بجا لاؤ گے تو میں تمہیں ضرور زیادہ عطا کروں گا۔ حقیقی داتا کے حضور شکر کی بجاآوری کے لیے آپ ذِکر و عبادت، سجدے و نوافل، روزے اور صدقات و خیرات بھی کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی قرآن مجید میں شکر کی ادائیگی کے لیے مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک انداز یہ بھی ہے کہ فَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ پس اپنے رَبّ کی نعمتوں کا چرچا کرو (سورۃ والضحیٰ) یعنی حاصل شدہ نعمت کا ایک دوسرے کے ساتھ تذکرہ کرنا، اتنی کثرت کے ساتھ اس انعام و احسان کا ذکر اور بیان کیا جائے کہ چار سُو اس نعمت کا چرچا ہو جائے۔ شکرانِ نعمت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں: رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا (سورۃ المائدہ) اے ہمارے رَبّ! اُتار ہم پر خوان، آسمان سے، بن جائے ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید کا دن۔ جس دن وہ رحمت و نعمت نازل ہوا اس روز کو خُوشی مناتے اور عبادت کرتے ہوئے عید کے طور پر منایا جائے۔ عیسائی آج بھی "اتوار" کو اسی حوالے سے خصوصیت دیتے ہیں اور اپنے رنگ میں عید مناتے ہیں۔ اب مزید قرآنِ حکیم شکر ادا کرنے کا ایک اور فطرتی بیان کرتا ہے اور خالقِ دوجہان اس طریقہ کو اپنانے کا خصوصی حکم صادر فرماتے ہیں۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ: اے محبوب آپ فرمایئے! اللہ ہی کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، پس چاہیئے کہ اس پر خُوشی منائیں، یہ بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جنہیں وہ جمع کرتے ہیں۔ (سورۃ یونس) اس آیتِ کریمہ میں حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور رحمت و نعمت کے حاصل ہونے

پر منہ بسور کر اور چولہے اور چراغ بجھاتے ہوئے صفِ ماتم بچھا کر مت بیٹھ جائیں' یہ شکر کے اظہار کا طریقہ نہیں ہے بلکہ "فَلْیَفْرَحُوا" یعنی خوشی مناؤ ہے۔ کسی پیاری چیز کے ملنے پر دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کو فرح کہتے ہیں۔ جب دل میں سچی خوشی ہو تو اظہار کے راستے خود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کا چہرہ' چال ڈھال اور لباس غرضیکہ افعال و الفاظ بھی اس کی باطنی خوشی کی گواہی دیتے ہیں کیونکہ وہ اپنی استطاعت اور ماحول کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ خصوصی اہتمام کر کے دوسروں کو بھی ان خوشیوں میں شریک کرتا ہے۔ آئے روز ایسے پروگرام آپ دیکھتے رہتے ہیں مذکورہ بالا آیتِ پاک کے علاوہ دوسرے مقام پر بھی فضل ور حمت کو یکجا بھی بیان کیا گیا ہے۔ برادرانِ اسلام! کائنات کے وسیع و عریض دسترخوان پر ظاہری اور باطنی چھوٹی اور بڑی لاتعداد و بے حساب نعمتیں خالقِ کائنات نے بکھیری ہوئی ہیں جن کی تعداد عقلِ انسانی سے ماورا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان بے حساب فانی نعمتوں میں سے سب سے بڑی لافانی نعمت کون سی ہے؟۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت کون سی ذات ہے؟ جس کے صدقے میں نعمتوں کی برسات کر دی گئی۔ وہ کون سی نعمتِ عظمیٰ ہے؟ جس کے عطا کرنے پر مؤمنین پر خصوصی احسان جتایا گیا۔ وہ کون ہے؟ جسے سب سے بڑا انعام اور عظیم ترین فضل قرار دیا جائے اور رحمٰن ور حیم مولا کی سب سے بڑی نعمت ور حمت مانا جائے۔ بلا توقف و بلاشبہ' قرآنی تعلیمات کی رُوح سے آشنا اہلِ ایماں' دل و زباں سے اقرار و تصدیق یہی صدائے حق بلند کرتے ہیں کہ: وہ ہمارے آقا و مولا سیدنا حضرت محمد ﷺ ہیں' وہی رحمت اللعالمین سیدنا حضرت محمد ﷺ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام نبہانی' امام زرقانی' امام اسماعیل حقی' عارفِ ربّانی' شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور محدث ابنِ جزری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم جیسے محدثین و مفسرین نے اپنی کتب میں اس ابدی حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے۔ وَفِی الْحَقِیْقَۃِ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ فَضْلَ اللّٰہِ وَرَحْمَتَہٗ در حقیقت اللہ تعالیٰ کا فضل ور حمت حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی ولادتِ باسعادت' عطا کردہ نعمتوں میں' سب سے بڑی نعمت ور حمت ہے۔ اس پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا آیتِ کریمہ کی صداقت سے ثابت ہے۔ یومِ فتح' قومی دن' مختلف شخصیات کے برتھ ڈے بلا استثنا پوری دُنیا میں منائے جاتے ہیں لیکن یہ خیال رہے کہ جب تک ساری کائنات سے بڑھ کر حضورِ اکرم ﷺ سے محبت نہ ہو تو ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ان تمام موقعوں پر خوشی کے اظہار کیلئے جو اہتمام کیئے جاتے ہیں ان سے کہیں زیادہ جوش و محبت سے شرعی حدود میں رہتے ہوئے جشنِ میلاد النبی ﷺ کے لیے اہتمام و انصرام ہونا چاہیئے تاکہ اُمت کا اپنے نبی ﷺ سے والہانہ عقیدت و پیار کا اظہار ہو۔ اس لیے خوشی و مسرت کے اظہار کے لیے چراغاں کرنا' مکانوں' گلیوں اور مساجد کی آرائش کرنا' جھنڈیاں اور بینرز نصب کرنا' عمدہ لباس زیبِ تن کرنا' خوشبو لگانا' دورانِ جلوس بلند آواز سے نعرے لگانا' شرکائے جلوس پہ پھولوں کی پتیاں نچھاور کرنا' توپوں کی سلامی دینا' ذکر و نعت کی محافل منعقد کرنا' صدقہ و خیرات کرنا' غرضیکہ جشن اور عید کا سماں برپا کرتے ہوئے نبی ﷺ کی محبت و تعظیم کے لیے ہر

وہ کام کرنا جسے شریعت مطہرہ نے جائز قرار دیا ہو۔ کارِ ثواب ہے، مستحن اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا طریقہ ہے اور ذریعہ نجات بھی ہے۔ صاف ظاہر ہے جب جشنِ میلاد منانے کے انتظامات کیئے جائیں گے، ان پر اخراجات بھی ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے یہ عقیدہ بھی حل فرمادیا کہ جو کچھ تم میرے نبی ﷺ کی ولادتِ پاک کی خوشی میں خرچ کرو گے هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ یہ بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جنہیں وہ جمع رکھتے ہیں۔

محفلِ میلادِ پاک

محفل میلاد سے وہ مجلس مُراد ہوتی ہے، جس میں حضور نبی کریم ﷺ کے اوصافِ عالیہ سیرتِ طیبہ، کمالات و اختیارات اور خصوصی طور پر آپ کے اس دُنیا میں تشریف آوری کا ذکر کیا جائے۔ ایسی بزم کو محفل میلاد النبی ﷺ کہا جاتا ہے۔ اب دل میں ایمانی نُور رکھنے والو! درود شریف پڑھتے ہوئے قرآن وحدیث کی آیات و روایات کا نگاہ ایمانی سے مطالعہ کیجئے۔ آپ کو اس پاکیزہ عمل کی تائید ہی تائید دکھائی دے گی۔ ویسے تو متعدد آیاتِ قرآنی میں جَآءَ۔ اَرْسَلَ اور بَعَثَ کے الفاظ میں آمد کا تذکرہ موجود ہے اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع میں قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (الخ) کی تلاوت کر کے خود صاحبِ قرآن، میلاد بیان کرتے ہیں۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر ۸۱ کی تلاوت و تفسیر اگر ملاحظہ فرمائیں تو خود خالقِ دوجہاں، عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اکٹھا فرماتا ہے اور پھر ان پاکیزہ ہستیوں کے نُورانی اجتماع میں اپنی شان کے لائق خطاب فرماتے ہیں۔ تاجدارِ ختم نبوت کی دُنیا میں تشریف آوری کا ذکر فرماتا ہے۔ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ پھر وہ باعزت رسول تمہاری تصدیق کرتا ہوا آئے۔ تمام انبیائے کرام، حضرت آدم تا حضرت عیسیٰ علیہم السلام عالم ارواح کی محفل میلاد میں کیئے گئے وعدہ کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی اپنی اُمت کے اجتماعات میں سید المرسلین ﷺ کی آمد کی خوشخبری سناتے رہے، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی اُمت کے درمیان جو "اعلانِ خوشخبری" کیا وہ قرآن کی آیت میں بھی محفوظ ہے۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ کہ وہ اس خاص رسول کے آنے کی بشارت دیتے، جن کا اسم گرامی احمد ہے۔ موجودہ بائبل میں بھی کئی اشارات اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں انبیائے کرام کی ولادت کے دن پر سلامتی بھیجی گئی اور منسوب دنوں کو "ایام اللہ" قرار دے کر ان کی یادگار منانے کا حکم دیا گیا یعنی وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دنوں کو یاد کرو۔ (سورۃ ابراہیم) خود سرورِ کائنات نے پیر کا روزہ رکھا اور پوچھنے پر "فِيْهِ وُلِدْتُّ" میں اس دن پیدا ہوا" (مسلم شریف) فرما کر اپنے یومِ میلاد کی عظمت اُجاگر کی اور اپنی ولادت کی یاد خُود منائی ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث سے مزید یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ ولادت کی خُوشی میں عبادت کرنا بھی سنت ہے۔ خواہ وہ عبادت بدنی ہو یا مالی جیسے روزہ، نوافل اور خواہ وہ عبادت

مالی ہو، جیسے صدقات وخیرات اور تقسیم شیرینی وغیرہ۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجتماع میں آپ منبر پر جلوہ فرما ہو کر اپنا حسب ونسب اور خاندانی عظمت کو بیان کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا ذکرِ ولادت اور دیگر انبیاء کے حالات بیان کرتے ہیں بلکہ بعض صحابہ کرام کو بھی ایسا کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے بھی آپ کا ذکرِ ولادت، فضائل اور خصائل بیان کیئے اور آپ نے خود سماعت فرمائے۔ (بخاری، مشکوٰۃ، ترمذی، محمد رسول اللہ مطبوعہ لاہور) دربارِ رسالت ﷺ میں حضرت حسان بن ثابت اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اور دیگر نے ایسے نعتیہ کلام پیش کیئے، جن میں ولادت کے واقعات بیان کیئے گئے۔ آپ نے میلاد خوانی کرنے والوں کی عزت وتوقیر اور انہیں دعائیں بھی دیں۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ۔ وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءِ میلادِ مصطفیٰ علامہ ابنِ کثیر۔ حول الاحتفال با المولد النبوی الشریف میں محمد بن علوی المالکی) حضور ﷺ نے خود مدینہ منورہ میں پیر کے دن بکرے ذبح کر کے کھانے پکائے اور فقراء ومساکین میں تقسیم کیئے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ نے اپنا عقیقہ کیا تھا لیکن امام الائمہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات کتب سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا عقیقہ آپ کی پیدائش کے ساتویں دن حضرت عبد المطلب نے کر دیا تھا اور عقیقہ شریعت میں ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ درحقیقت پیر کے دن خوشی کی صورت میں کھانے پکا کر فقراء میں تقسیم کر کے حضور ﷺ نے خود اپنا یوم میلاد منایا۔ (الحاوی للفتاوٰی) یاد رہے کہ امام جلال الدین سیوطیؒ سینکڑوں کتب کے مصنف ہیں اور وہ ایسے عاشقِ رسول ہیں جنہیں ۷۵ بار حالتِ بیداری میں سرورِ کائنات ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ ہی کا ایک ارشاد ہے کہ "جس جگہ محفل میلاد ہو اس جگہ کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور جب تک محفل جاری رہتی ہے وہ ان کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔"

جب نبی کائنات مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے شہر مدینہ میں داخل ہوئے آپ کے نور سے در و دیوار روشن ہو رہے تھے اور وہاں پر وہاں کے باسی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بزرگ، مرد و عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے تَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخِدَمُ فِي الطُّرُقِ۔ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ بچے اور غلام گلیوں میں پھیلے ہوئے تھے اور یا محمد ﷺ، یا رسول اللہ کے نعرے لگا رہے تھے۔ والہانہ عقیدت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا استقبالیہ جلوس میں تلواریں اور جھنڈے لہراتے اور طلع البدر علینا من ثنیات الوداع کی نعت سے مدینہ شریف گونج رہا تھا۔ کیا خیال ہے جس کا نام سن کر درود پڑھنے کا حکم ہے، وہ خود تشریف لا رہے ہیں ان کی زیارت ہو رہی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو سچے عاشقِ رسول تھے۔ انہوں نے درود وسلام کے گجرے نہ پیش کیئے ہوں گے

فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار سے زائد کا جلوس ہاتھوں میں تلواریں اور جھنڈے لہراتے ہوئے حرم مکہ میں داخل ہو رہے ہیں اور حضرت عباس ﷛ اللہ تعالیٰ کی شان و شوکت کے کلمات اور جناب رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں نعتیں دورانِ جلوس بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ (صحیح مسلم دیگر کتب سیرت) خود اللہ تعالیٰ جس نے اپنے نبی ﷺ کو مخلوق کے لیے نعمت و رحمت قرار دے کر اس کی آمد پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنے کا حکم دیا احادیث گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میلادِ رسول ﷺ کے سارے سال ہی نعمتوں کی یوں فراوانی فرمائی کہ قحط سالی کو دور کر دیا گیا۔ ساری زمین سرسبز شاداب ہو گئی اور خشک اور گلے سڑے درختوں کو پھلوں سے لاد دیا گیا ہر طرف بہار ہی بہار ہو گئی، اسی لیے اہل عرب اس سال کو ہی سَنَةَ الفَرحِ وَ الابتِهَاجِ (خوشی اور مسرت کا سال) کا نام دیتے ہیں۔ (کتب سیرت)

وقتِ ولادت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یوں نور کا ظہور ہوا کہ فَاَضَاءَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ یعنی پوری کائنات کو روشن کر دیا گیا۔ حضرت عثمان بن العاص ﷛ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس رات باہر دیکھا، آسمان کے ستاروں نے کعبہ کو گھیرا ہوا تھا ظَنَنْتُ اَنَّهَا سَتَقَعُ عَلَیَّ۔ وہ اتنے قریب تھا کہ گمان ہونے لگا کہ وہ مجھ پر نہ گر جائیں گویا اس مولا کریم نے اپنے نبی ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ستاروں کو قمقمے بنا کر وادیٔ مکہ میں چراغاں کیا۔ (الانوار المحمدیہ، طبقات ابن سعد، زرقانی علی المواہب)

نبی پاک ﷺ کی والدۂ ماجدہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں رَاَیْتُ جَمَاعَةَ الْمَلٰٓئِکَةِ یعنی میں نے فرشتوں کی ایک جماعت دیکھی، ان کے ہاتھوں میں تین سفید جھنڈے تھے انہوں نے ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک کعبہ کی چھت پر نصب کر دیا۔ (زرقانی، المواہب الدنیہ، خصائص الکبریٰ وغیرہ) یوں فرشتے ہزاروں کی تعداد میں نازل ہوئے اور درود و سلام پڑھتے ہوئے اور جھنڈے لہراتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا اور دوسری طرف ابلیس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنی بدبختی اور بدعقیدگی کی وجہ سے ذاتِ رسول ﷺ سے حسد و بغض کی وجہ سے ولادتِ رسول ﷺ کی شان و شوکت دیکھ کر صفِ ماتم بچھا کر رو رہا تھا۔ اِنَّ اِبْلِیْسَ لَعَنَهُ اللّٰهُ اَنَّ اَرْبَعَ رَنَّاتٍ وَ اِنَّهُ حِیْنَ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ میلاد النبی ﷺ کے وقت شیطان چیخیں مار کے رو رہا تھا۔
(السیرۃ النبویہ علامہ ابن کثیر، روض الانف جلد اول، علامہ ابو القاسم سہیلی، السیرۃ النبویہ علامہ ابن دحلان مکی ذہبیؒ)

ابولہب جیسا کافر ولادت کی خوشی صرف بھتیجا سمجھ کر کرتا ہے اور اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کر دیتا ہے۔ جب مرتا ہے تو حضرت عباس ﷛ سے خواب میں دیکھتے ہیں اور پوچھتے ہیں مَا حَالُكَ یَا اَبَا لَہَب؟ (اے ابولہب! تیرا کیا حال ہے) اس نے کہا۔ میں آگ میں جل رہا ہوں لیکن اِنَّ الْعَذَابَ یُخَفِّفُ عَنِّیْ کُلَّ یَوْمِ الاثنین (ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف و کمی کر دی جاتی ہے) اِنِّیْ سُقِیْتُ فِیْ هٰذِهٖ بِعَتَاقَتِیْ ثُوَیْبَة (ثوبیہ کی آزادی کی وجہ سے میں اس سے پیر کے دن سیراب کیا جاتا ہوں۔ (صحیح بخاری، جلد دوم۔ فتح الباری امام حافظ شہاب الدین عسقلانی)

برادرانِ اسلام! قرآن و حدیث کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کافر جو بھی عمل کرتے ہیں' آخرت میں ان کا اجر نہیں ملے گا۔ آخرت کی جزا صرف ایمان والوں کو نصیب ہوگی لیکن بخاری شریف گواہ ہے کہ ابولہب کو 1422 سال سے زائد عرصہ گزر گیا ہے' اُسے اس عمل کی جزا مل رہی ہے اور قیامت تک ملتی رہے گی۔ وجہ کیا ہے؟ علمائے ربانیین اور جید محدثین اس حدیث کی شرح میں تصریح فرماتے ہیں کہ ذَالِكَ بِبَرَكَةِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ خَصَائِصِهٖ بے شک کسی کافر کو کسی عمل کی جزاء آخرت میں نہیں ملتی لیکن یہ نبی ﷺ کی خصوصیت میں سے ہے کہ اگر کوئی کافر بھی آپ ﷺ کی میلاد کی خوشی منائے یا آپ کی تعظیم و تکریم میں کوئی عمل کرے تو اس کو آخرت میں جزا عطا کی جائے گی۔

آؤ! ذرا دیکھیں تو سہی!

بخاری کی اس حدیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کافر بھی حضور نبی کریم ﷺ کے میلاد کی خوشی منائے یا آپ کا ادب و احترام کرے اسے اس عمل کی جزا ملتی ہے۔ دوسری طرف اگر ایک کلمہ پڑھنے والا بظاہر شریعت کا پابند نیک اعمال کا ذخیرہ جمع کرلے لیکن اگر اس نے نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں تھوڑی سی بھی بے ادبی و گستاخی کا ارتکاب کر دیا' العیاذ باللہ۔ تو قرآن یوں اعلان کرتا ہے کہ "اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ" کہ تمہارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے اور تمہیں شعور تک نہ ہوگا۔ ایمان کے دعویدار کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات ہی معیارِ ایمان کی کسوٹی ہے۔ اگر کوئی داڑھی' عمامہ' تسبیح و مصلّی کے نشان رکھتے ہوئے اور قرآن پڑھاتے ہوئے بھی حضور تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے کمالات کا انکار کرے یا آپ کی ذات و شان میں بے ادبی و گستاخی کی ناپاک جرأت کرے وہ یقیناً کامل مؤمن نہیں ہو سکتا' بلکہ اس میں منافقت کی یہ سب سے بڑی نشانی پائی جاتی ہے۔

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر

شمع نبوت کے پروانو!

مذکورہ بالا حقائق اور قرآن و حدیث سے ایمان افروز دلائل' اگر ہو سکے تو درود شریف پڑھتے ہوئے ایک رتبہ مزید پڑھیں اور دوسری طرف جشن عید میلاد النبی ﷺ کی مروجہ صورت کے جتنے بھی اجزاء ہیں ان پر ایمانی اوڑالیئے۔ تلاوت و نعت' کمالاتِ نبوت' واقعاتِ میلاد کا بیان' سیرتِ طیبہ' صوری حسن و جمال کا بیان' خوشی و سرت کے اظہار کے لیے چراغاں کرنا' جھنڈے لہراتے ہوئے جلوس کا اہتمام کرنا' دورانِ جلسہ و جلوس درود و سلام ھنا' اللہ اکبر' یارسول اللہ کی ایمان افروز صدائیں بلند کرنا اور صدقہ و خیرات کرنا وغیرہ۔ کیا ان پاکیزہ اعمال کی مل قرآن و حدیث میں موجود ہے کہ نہیں؟ کیا یہ اہتمام اپنی اصل اور روح کے اعتبار سے مسنون و مندوب ہیں کہ

\

نہیں؟ کیا صدرِ اوّل سے لے کر آج تک یہ نُورانی عمل تسلسل سے اُمت میں جاری ہے کہ نہیں؟۔ خود ہی فیصلہ کیجئے۔ نُورِ ہدایت سے روشن دل و دماغ اس کی تصدیق بھی کریں گے اور تائید کرتے ہوئے ایمانی حلاوت بھی محسوس کریں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

کیا ہر نیا کام حرام و مردود ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر دَور کے تقاضے الگ ہوتے ہیں یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ ایک ہی عمل مختلف زمانوں میں بالکل مختلف شکل و صورت اختیار کر لیتا ہے لیکن اس کے بدلے ہوئے انداز و شکل کے پیچھے وہی اصل رُوح کار فرما ہوتی ہے۔ اس لیے اس تبدیلی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دیکھیں ماضی بعید میں فوجی قوت و مہارت کا اظہار تلوار' ڈھال' تیر کمان' کلہاڑے' گھوڑے اور خچر وغیرہ سے کیا جاتا تھا۔ ایسے سامانِ جنگ کی کثرت دشمن کو مرعوب کر دیتی تھی لیکن اگر کوئی شخص اصرار کرے کہ آج بھی شوکتِ اسلام اور فوجی قوت کے مظاہرہ کے لیے انہی پُرانے جنگی ساز و سامان سے کرنا چاہیئے' چونکہ قرآن و حدیث پہ عمل کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انہی چیزوں کو اپنایا اور دشمنوں کو زیر کیا لہٰذا اس کے علاوہ اپنی دفاعی لائن مضبوط کرنے کے لیے جدید اسلحہ کی ضرورت نہیں بلکہ موجودہ دَور کے سامانِ جنگ آبدوزیں' جنگی بیڑے' حساس آلات' بمبار طیارے' ایف 16 میزائل' جدید توپیں' ریڈار اور ایٹم بم وغیرہ وغیرہ۔ سب بعد کی ایجادات ہیں' بدعات ہیں' ناقابلِ قبول ہیں' انہیں استعمال کرنے والے سب بدعتی ہیں۔ اس کے لیے اسلامی احکام کی رُوح و وسعت سے ناآشنا' اپنی تنگ سوچ کی طرح شرعی اصول کو بھی تنگ ہی خیال کرنے والے کی ذہنی تسلی کے لیے اتنی گزارش ہے کہ محترم! یہ قانون ارتقاء کا اظہار ہے' دَورِ جدید نے ضرورت و ہیت بدل دی ہے ورنہ اصل رُوح وہی موجود ہے۔ اس لیے یہ جدید ذرائع اپنانا ناجائز و حرام نہیں بلکہ اب ضروری اور فرض ہے۔

برادرانِ اسلام! اسی لیے سلف صالحین' محدثین اور محققین نے صدیوں پہلے یہ تصریح کی ہے کہ وہ ہر کام جو عہدِ رسالت مآب ﷺ میں نہ تھا اور بعد میں کسی ضرورت کے تحت وضع کیا گیا (پیدا کیا گیا) اس کو قرآن و سنت اور اجماع پر پیش کیا جائے' اگر وہ قرآن و سنت اور اجماع کے منافی نہ ہو اور اپنی ہیئت کے اعتبار سے بھی بُرا نہ ہو تو شرعی اصول اَلْاَصْلُ فِی الْاَشْیَآءِ اَلْاِبَاحَۃُ کہ ہر شئے اپنے اصل کے اعتبار سے جائز ہے' صحیح ہے اور بدعتِ حسنہ ہے۔ ضرورت کے تحت اس بدعتِ حسنہ کو بروئے کار لانا کبھی واجب اور کبھی مستحب و مستحسن ہوتا ہے قرآن سنت کے سمجھنے کے لیے علوم نحو و صرف وغیرہ کا پڑھنا واجب ہے۔ اسی طرح باطل فرقوں کا رد کرنا بھی واجب ہے۔

بدعتِ حسنہ ہر وہ نیا کام جو کتاب و سنت اور اجماعِ اُمت کے خلاف ہو اور جس کی صدرِ اوّل میں کوئی اصل اور

مثال موجود نہ ہو اور اسے ضروریاتِ دین میں شامل کرلیا جائے (ضروریاتِ دین' وہ چیزیں ہیں جن کے انکار سے انسان کافر ہو جائے) وہ نیا کام بدعتِ سیئہ ہے۔ اسی کو احادیث میں مردود اور بدعتِ ضلالہ قرار دیا ہے۔ مذکورہ بالا تصریحات درج ذیل مقتدر' معتمد' معتبر اور مستند شخصیات جنہیں حقانیت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ ان کی کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں مثلاً حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات' شارح بخاری' حضرت امام قسطلانی جلد اوّل' علامہ ابنِ حجر مکی فتح المجید' حاجی امداد اللہ مہاجر مکی دیوبندی علماء کے پیر و مُرشد نے "فیصلہ ہفت مسئلہ" میں تصریح فرمائی ہے۔

اِسلامی افکار پہ یقین کرنے والو!

آپ خُود سوچیں کہ اگر ہر نیا کام مذموم اور مردود ہی سمجھا جائے اور اسے بدعتِ سیئہ اور ناجائز کہہ دیا جائے تو پھر دینِ اسلام اور شریعتِ مطہرہ کے تقریباً 70 فیصد تعلیمات و معمولات کو بدعت قرار دے کر حرام کہنا پڑے گا۔ العیاذ باللہ۔ ایسے نظریہ سے تو شریعتِ مطہرہ کا حلیہ بگڑ جائے گا۔ سینکڑوں علماء و محدثین' جنہوں نے وقت کی ضرورت کے تحت دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت' تعلیم و تدریس اور سمجھ بوجھ کے لیے اپنی شب و روز محنت شاقہ کر کے علوم و فنون وُضع کیئے اور کتابیں لکھیں وہ تو سب بدعتی دکھائی دیں گے جن نئی ایجادات کی وجہ سے قرآن و سنت کو سمجھا جا رہا ہے اور پھیلایا جا رہا ہے وہ بھی ناجائز ہی نظر آئیں گے۔ حالانکہ دینی علوم و فنون' صرف و نحو' منطق و فلسفہ' اُصولِ حدیث' اُصولِ تفسیر' اُصولِ فقہ وغیرہ' یہ سارے دینی علوم جو موجودہ دَور میں مروج ہیں نہ قرآن سے اور نہ ہی حضور ﷺ کی حدیثِ پاک سے اور نہ ہی صحابہ کرام کے دَور سے ثابت ہیں۔ اسی طرح درسِ نظامی کے ضابطہ کے تحت تعلیم حاصل کرنا' قرآنِ کریم کی کتابی صُورت میں اشاعت کرنا اور الفاظِ قرآن پر اعراب لگانا' قرآن مجید اور کعبہ شریف پہ غلاف چڑھانا' مساجد کو پختہ بنانا' تبلیغ و تقریر کے لیے لاؤڈ سپیکر کا استعمال کرنا' مساجد اور مجالس تزئین و آرائش کرنا وغیرہ۔ سینکڑوں ایسے اُمور اور چیزیں جو بعد کی پیداوار ہیں اور خصوصاً موجودہ دَور کی ٹیکنالوجی کو اسلام کی تشہیر و اشاعت کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ بلا استثنا مسلک و فرقہ تمام علماء و زعماء ان اُمور کو اپنائے ہوئے ہیں۔ الحمد للہ! اس عالمگیر خدمت اسلام میں لچک و وسعت اور فطرتِ انسانی میں ڈھل جانے کی صلاحیت و قدرت رکھی ہے۔ یہ اٹل حقیقت ہے کہ اسلام ہر زمانے کا مذہب ہے۔ اس کے باوجود' اگر کوئی کوتاہ اندیش اسلامی روح کی وسعت سے جاہل ایسے ہر کام کو شرک و بدعت و حرام اور اپنانے والے پر مشرک و بدعتی کے فتوے لگائے اور اُمتِ مسلمہ کے کروڑوں افراد کو مشرک و بدعتی خیال کرے حالانکہ وہ اپنے گریبان میں جھانکے تو وہ بھی سینکڑوں ایسی ہی چیزوں سے لُطف اندوز اور فائدہ اُٹھا رہا ہوتا ہے۔ یقیناً اپنے ہی فتوے کی زد میں آ رہا ہے۔ بہر حال ایسی سوچ جہالت کی عکاس ہے۔ سلف صالحین کے موقف اور اسلام کے آفاقی منشور سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ اُمتِ مسلمہ میں

اختلافات و افتراق کی ایک سازش ہے۔ برادرانِ اسلام! جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔ مسلمان دینِ اسلام کا پیغام لے کر دُنیا کی وُسعتوں میں پھیل گئے دوسری اقوام سے رابطے ہوئے' پھر ان کے تہذیب و تمدن اور ثقافت و ماحول میں اپنی اولاد کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ اس بے دینی کے ماحول میں دین اسلام کے افکار و نظریات اور ثقافت و دیگر شعائرِ اسلامی کی حفاظت و غلبہ اور شناخت قائم رکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسے ماحول میں پلنے والی نسلیں غیر اقوام کے تہذیب و تمدن اور ثقافت کے غلبہ سے مرعوب ہو کر اپنی اسلامی شناخت سے ہی نہ محروم ہو جائیں۔ مسلم قوم کے جید افراد نے دیکھا کہ یہ قومیں اپنے بڑوں کے دن مناتی ہیں خصوصاً عیسائی اس سلسلہ میں بہت آگے ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دن اپنی ثقافت و مذہبی رنگ میں بڑی دُھوم دھام سے مناتے ہیں اور کوئی عیسائی اس دن کو منانے سے دُور نہیں رہتا۔ یہ ان کا اظہار ہے کہ صدیاں بیت جانے کے باوجود ہم انہیں بھولے نہیں ہیں اور ہر سال ان کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف فطرت کچھ سادہ لوح مسلمان ان کی یہ شان و شوکت دیکھ کر احساسِ کمتری میں مبتلا ہونا شروع ہو گئے اور اسلامی ممالک میں بھی کچھ ایسی صورتِ حال پیدا ہو رہی تھی۔ قرونِ ثلاثہ کے جید علماء' دینِ حق کا حقیقی درد رکھنے والے اسلام کی سربلندی کی خواہش رکھنے والے' دانشور سر جوڑ کے بیٹھ گئے' بالآخر انہوں نے اس کا حل نکالا کہ ہم کیسے احساسِ کمتری سے نکل کر اسلامی نظریاتی رُوحانی غلبہ کا اظہار کر سکتے ہیں! ہم مسلمانوں کے لیے سب سے مقتدر' سب سے اعلیٰ و افضل ہستی سید الانبیاء تاجدارِ ختم نبوت سیدنا حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ پاک ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت کی خُوشی کا اظہار ہم انفرادی سطح پر غیر منظم طریقے سے مناتے ہی ہیں بعض روزہ رکھ کر' درود و سلام پڑھتے ہوئے اور کوئی صدقات و خیرات وغیرہ کر کے۔ کیوں نہ وہ سارے انداز و طریقے جن کی قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تائید حاصل ہو' ان کو اپناتے ہوئے منظم طریقے سے سرکاری سطح اور اجتماعی طور پر جشن میلادِ رسول ﷺ منانے کا اہتمام کریں۔ مسلمان اپنے رسول ﷺ سے محبت و عقیدت کا اظہار کریں۔ نئی نسل آپ کے مقام و مرتبہ سے آگاہ ہو' سیرتِ طیبہ کے مختلف گوشے ان کے سامنے واضح ہوں۔ محبتِ رسول ﷺ کے سچے جذبے انہیں نصیب ہوں۔ اس بے دینی کے ماحول میں یہ بھی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا برملا اظہار کرتے رہیں۔ بس کیا تھا! اِک پُرنور و معطر ہوا کے جھونکے کی طرح یہ ذاتِ رسول ﷺ اور ذکرِ رسول ﷺ سے منسوب پاکیزہ عمل "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کے اعلان کی برکت اور غیبی قوت سے اہلِ اسلام کے درمیان پھیل گیا۔ دلوں میں گھر کر گیا۔ اس کے سبب سے برکتوں و رحمتوں کے نزول کی بارشیں شروع ہو گئیں۔ دُنیائے عرب سے لے کر یورپ کی فضاؤں تک اس تیزی سے غلامانِ رسول ﷺ نے اپنایا کہ پُورا جہان ہی جشنِ آمدِ رسول ﷺ سے مہکنے اور گُونجنے لگا۔ آج سے بارہ صدیاں پہلے شروع ہونے والا' پاکیزہ عمل' اس وقت کے جید محدثین' اہلِ نظر علماءِ اسلام کے حق میں فتوے جاری

فرمائے اور آئمہ مفسرین نے مستند کتب تحریر کیں۔ اہلِ اسلام کے جذبۂ اسلام اور ولولۂ ایمان کو قائم رکھنے کے لیے آنے والے وقت کی ضرورت قرار دیا ہے۔ محفل میلاد کا یہ مسنون ومندوب عمل صدیوں سے اب تک جاری و ساری ہے۔

علامہ ابن جوزیؒ ۵۱۱ تا ۵۹۷ فنِ حدیث کے امام ایک ہزار سے زائد کتب کے تحریر کرنے والے محدث جلیل نے صدیوں پہلے میلاد النبی ﷺ کے ایمان افروز مضمون پر دو کتابیں "مولد العروس" اور "المیلاد النبی ﷺ" تصنیف کیں۔ آپ یوں رقم طراز ہیں: اَهْلَ الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيْفَيْنِ وَالْمِصْرَ وَشَامَ وَلِسَائِرِ بِلَادِ العرب مِنَ المشرق والمغرب يحتفلون بمجلس مولد النبی ﷺ ويفرحون بقدوم هلال شهر ربيع الاول: اہلِ مکہ و مدینہ، اہل مصر وشام اور تمام اہلِ اسلام مشرق تا مغرب ہمیشہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ (المیلاد النبوی) مزید لکھتے ہیں کہ عیسائی اپنے نبی کی پیدائش کے دن کو عید اکبر، بڑے دن کے طور پر مناتے ہیں۔ اہل ایمان کو اس سے بڑھ چڑھ کر اپنی نبی کے یوم پیدائش پر اظہارِ مسرت کرنا چاہیے۔ شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی محفل میلاد کی انعقاد کی برکتیں بیان کرتے ہوئے اہلِ اسلام کے اس پاکیزہ عمل کی صدیوں سے جاری ہونے کی گواہی یوں دے رہے ہیں مازال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده ﷺ ويعظمون بقراة مولده الكريم سیّد دوعالم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں محافل میلاد کا انعقاد ہمیشہ سے سلف صالحین کا طریقہ چلا آرہا ہے۔ (المواهب الدنيه)

ان کے علاوہ ملت اسلامیہ کی جید آئمہ دین و محدثین، علامہ ابن کثیر، ملاں علی قاری، امام جزری، امام سخاوی، شیخ احمد بن خطیب عسقلانی، شیخ محمد اسماعیل حقی، حضرت مجدد الف ثانی، امام نووی، امام جلال الدین سیوطی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد الحق محدث دہلوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بھی اپنی اپنی تصانیف میں جشن میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں اہلِ ایمان کے معمولات کو بیان کیا۔ برکاتِ میلاد کی وضاحت کرتے ہوئے اس پاکیزہ عمل کی تائید فرمائی اور بعض حضرات نے خود اپنے ہاں محفل میلاد کے انعقاد کا بھی لکھا ہے۔

دیگر ممالک کی طرح عرب دُنیا بھی جشنِ آمدِ رسول ﷺ منانے میں بھی کسی سے پیچھے نہ تھی، بالخصوص حرمین طیبین میں نہایت تزک واحتشام سے اہتمام کیا جاتا تھا۔ آلِ سعود کے اقتدار میں آنے سے پہلے بڑی دُھوم دھام سے حرمین شریفین میں جشنِ میلادِ رسول ﷺ منایا جاتا تھا۔ ماہنامہ طریقت لاہور کے شمارہ جنوری ۱۹۷۱ عیسوی اور مکہ مکرمہ کے "اخبار القبلہ" کے مارچ ۱۹۷۱ء کے شمارہ میں محفل میلاد کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا گیا کہ اہلِ مکہ درود و سلام اور نعت خوانی کرتے ہوئے مشعل بردار جلوس کی شکل میں "مولد النبی" پر حاضری دیتے ہیں۔ وہاں عظیم الشان جلسہ ہوتا ہے اور واقعات میلاد بیان کیئے جاتے ہیں۔

اسی طرح حرم نبوی ﷺ میں علماء و مشائخ اور حاکم وقت شرکت کرتا ہے۔ دور دراز سے لوگ جلوس کی شکل میں جھنڈے لہراتے ہوئے شریک ہوتے ہیں۔ اتنا بڑا اجتماع ہوتا ہے کہ بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی۔ مزید تسلی کے لیے ان مستند کتب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

الاعلام بالاعلام بیت اللہ الحرام از شیخ قطب الدین الحنفی۔ الجامع اللطیف از جمال الدین محمد بن جار اللہؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، جنہیں تمام مسالک کے علماء اپنا راہنما تسلیم کرتے ہیں۔ اب ان کی گواہی سے بھی حق یوں واضح ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "میلاد کے دن مکہ میں حضور ﷺ کے مولد شریف پہ حاضر تھا، لوگ وہاں آپ ﷺ کی ولادت کے ذکر میں مشغول تھے۔ درود و سلام پڑھنے اور معجزات و کمالات سننے اور سنانے میں مشغول تھے۔ میں نے باطنی نگاہ سے اس محفل میں انوار و تجلیات کا نزول دیکھا (فیوض الحرمین) اور اسی طرح وہ اپنے والدِ گرامی حضرت شاہ عبد الرحیم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ میلاد النبی ﷺ منانے کی وجہ سے انہیں سرکارِ دوعالم حضرت محمد ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ (دُرِّ ثمین)

حق کے متلاشی اہلِ ایمان!

مذکورہ بالا روشن حقائق اور ایمان افروز دلائل سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگیا ہے کہ مروجہ محفل میلاد کے سارے اجزاء کی اصل قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ سے ثابت ہے اور صدیوں سے یہ پاکیزہ اور بابرکت عمل اُمتِ مسلمہ میں تسلسل کے ساتھ جاری و ساری ہے لیکن شومئی قسمت جب ربیع الاوّل شریف کے پُرنور ماہ میں اہلِ ایمان اپنے آقا و مولیٰ تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں تعریف و توصیف اور مدحت و ستائش کے لیے "جلوس و محافل میلاد" کا انعقاد کرتے ہیں تو "وہابی دیوبندی فرقہ" کے علامہ اور خصوصاً تبلیغی جماعت کے جاہل مبلغ ان محافل کو شرک و بدعت سے تعبیر کرتے ہیں اور منعقد کرنے والوں کو مشرک و بدعتی ہونے کے فتوے دے کر نوجوان نسل کو اس پاکیزہ عمل سے دور رکھنے کی سازش کرتے ہیں۔

برادرانِ اسلام! مندرجہ بالا سطور میں اس پاکیزہ عمل کے بارے قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ ساتھ اُمتِ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اکابر علماء و صلحاء کے ارشادات و معمولات بیان کیئے گئے ہیں جن کی جید، فقیہ، عالم دین، صالح، مستند اور معتمد ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں جن کے اقوال و افعال کو قرآن و حدیث کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔

آپ خُود فیصلہ فرمائیں!

ایک طرف وہ علم و حکمت اور دین و دانش کے آفتاب و ماہتاب شخصیات ہیں اور دوسری طرف بدعت، حرام اور شرک کے فتوے دینے والے وہ غیر مستند افراد ہیں، جن کے فرقہ کی ابھی ٹوٹل عمر ڈیڑھ صدی سے زیادہ نہیں ہوئی جو شرک و بدعت کی تعریف تک نہیں جانتے۔ آپ عقل سلیم کے مالک ہیں۔ کیا محفلِ میلاد منانا شرک و بدعت سیئہ کو جڑ سے اُکھاڑنے والا ہے؟ کیونکہ جو پیدا ہوا ہو، وہ کبھی الٰہ نہیں ہو سکتا۔ در حقیقت یہ عقیدۂ توحید کا پرچار ہے کہ ہم اپنے نبی ﷺ کے سارے کمالات و اختیارات کو دل و جان سے ماننے کے باوجود انہیں مقصودِ حقیقی کا عبدِ کامل ہی یقین کرتے ہیں۔ آج بھی سروے کر کے دیکھ لیں، ساری دُنیا جشنِ میلاد سے شاد و آباد ہے، سوائے "وہابی نجدی فرقہ" کے کوئی اس کی مخالفت نہیں کرتا۔

اس فرقہ کے علماء کہتے ہیں "میلاد النبی ﷺ کے لیے لوگوں کا جمع ہونا ایسا کام ہے جو دورِ نبوت میں نہیں ہوا، اس لیے یہ بدعت سیئہ اور مردود و حرام ہے" ان سے اتنی گزارش ہے کہ اگر محفلِ میلاد کے بارے یہ فیصلہ صادر کیا ہے تو اس پہ دوسرے معاملات میں بھی قائم رہیں اور ہر وہ چیز جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی اس کو بدعت ضلالہ قرار دیتے ہوئے اُسے اپنی دینی اور دُنیاوی سرگرمیوں سے خارج کر دیں تو پہچانیں گے کہ آپ کے قول و فعل میں تضاد نہیں اور کبھی یہی لوگ عید میلاد النبی ﷺ منانے والوں پہ یہ اعتراض کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت اور وفات ایک ہی دن ہے۔ لہٰذا خُوشی منانے کے بجائے اس دن وفات النبی ﷺ کا سوگ و غم منانا چاہیئے اور اس مُقدس عمل سے عوام الناس کو دُور رکھنے کے لیے اشتہارات و تقاریر سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ "اہلسنّت والجماعت وفات النبی ﷺ کی خُوشی مناتے ہیں" العیاذ باللہ یہ ان کا سفید جھوٹ ہے اُمت مسلمہ بفضلہ تعالیٰ اپنے آقا و مولیٰ حضور سیّد دو عالم ﷺ کی تشریف آوری کی خُوشیاں مناتے ہیں۔ کسی اَن پڑھ سے اَن پڑھ مسلمان یا کسی چھوٹے بچے سے بھی پوچھ لیں وہ بھی برجستہ یہی کہے گا کہ ہم آمدِ رسول ﷺ کی خُوشی میں جشن عید میلاد النبی ﷺ منا رہے ہیں۔

در حقیقت یہ اِن لوگوں کی خُدا تعالیٰ سے بے خوفی اور علمی بددیانتی کا مُنہ بولتا ثبوت ہے کہ حق کے چمکتے دمکتے آفتاب کو اپنی ناکارہ و اُنگلی سے چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ علم و تحقیق اور تاریخ اسلام سے روشناس لوگ جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے چار قسم کی روایتیں منقول ہیں۔

۱)۔ ۱۲ ربیع الاوّل یہ روایت سیّدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے۔

2)۔ ۱۰ ربیع الاوّل یہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس ﷺ کی روایت ہے۔

(البدایہ والنھایہ ۲۵۶/۵ طبع بیروت)

3)۔ ۱۵ ربیع الاوّل مروی حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق ﷺ

4)۔ ۱۱ رمضان مُقدس یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود سے ہے۔

(وفاء الوفا باخبار المصطفٰی السمعودی ۳۱۸/۱)

اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صرف ۱۲ ربیع الاوّل کی سند کے بارے آئمہ حدیث کی رائے دیکھ لیتے ہیں کیونکہ دیگر تاریخوں کو آئمہ حدیث اور مئورخین نے قابلِ استدلال سمجھا ہی نہیں۔

اس روایت کا ایک راوی "محمد بن عمر الواقدی" جس کے بارے امام اسحاق بن راہویہ، امام علی بن مدینی، امام ابو حاتم الرازی اور امام نسائی نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ "واقدی" اپنی طرف سے حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا۔

امام یحیٰی بن معین نے کہا وہ ثقہ (قابل اعتبار نہیں۔ اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ واقدی کذاب ہے جو احادیث میں تبدیلی کر دیتا تھا، امام الذہبی نے کہا کہ واقدی کے سخت ضعیت ہونے پر آئمہ جرح وتعدیل کا اجماع ہے۔

"میزان الاعتدال" فی نقد الرجال (۴۲۵/۲، ۴۲۶ مطبوعہ ہند قدیم)

یہی وجہ ہے کہ جمہور علمائے اسلام کے نزدیک۔ بارہ ربیع الاوّل کو وفات بتانی والی روایت پایہ اعتبار سے بالکل ساقط ہے۔ اس قابل ہی نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے۔ معلوم ہوا بارہ ربیع الاوّل کو یومِ وفات قرار دینا نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے اور نہ ہی صحتِ اسناد کے ساتھ آئمہ تابعین سے ثابت ہے۔

سوچنے کی بات ہے

کہ جب وصال نبوی نبی ﷺ کے چشم دید گواہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور ان کے شاگرد آئمہ تابعین سے یہ قول صحت کے ساتھ ثابت ہی نہیں تو بعد کے مئورخ کو کس ذریعہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ وفات نبوی بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی؟ حالانکہ قانونِ ہیئت و تقویم کے لحاظ سے بھی "بارہ ربیع الاوّل" بروز سوموار کسی طرح ممکن نہیں، امام ابو القاسم عبد الرحمان السیلی المتوفی (۵۷۱ھ) جو کہ مشہور محقق، محدث و مئورخ ہیں وہ فرماتے ہیں۔

"وَكَيْفَ مَادَارَ الحالُ عَلٰى هٰذا الحِسَابِ فَلَمْ يَكُنِ الثَّانِيْ عَشَرَ مِنْ رَّبِيْعِ الاَوَّلِ يَوْمَ الاثنين بِوَجْهٍ"

اس حساب پر کسی طرح بھی حال دائر ہو مگر بارہ ربیع الاوّل یومِ وفات "سوموار" کسی صورت نہیں آسکتا۔

(الروض الانف شرح سیرۃ ابنِ ہشام "السھیلی" (۲۷۲/۲ طبع بیروت)

پھر یہی مضمون اور موقف نہایت زوردار الفاظ میں اُمتِ مسلمہ کے ماتھے کے جھومر مشہور محققین و مؤرخین اسلام امام محمد شمس الدین الذہبی نے "تاریخ الاسلام" الذہبی۔ امام حافظ ابنِ حجر العسقلانی نے "فتح الباری شرح صحیح البخاری" "العسقلان(۸ '۱۲۹ 'امام حافظ ابنِ کثیر نے "البدایہ والنھایہ" "ابنِ کثیر(۲۵٦/۵)امام علی بن برھان الدین الحلبی نے "السیرۃ الحلبیہ(۳/ ۳۴۷ وغیر ھم اپنی اپنی کتب میں بیان کیا ہے۔ الغرض بارہ ربیع الاوّل یوم وفات ہونا عقلاً 'نقلاً اور نہ ہی روایۃً کسی لحاظ سے بھی ثابت نہیں۔

یہ بھی یاد رہے مذکورہ بالا کے علاوہ تاریخیں بھی اوراق "تاریخ" میں موجود ہیں مثلاً مشہور مستند دیوبندی مؤرخ علامہ شبلی نعمانی کے یکم ربیع الاوّل کو یومِ وفات قرار دیا ہے۔

(سیرۃ النبی ۲/ ۱٦۰)

اور اسی طرح بانی فرقہ وھابیہ محمد بن عبدالوھاب نجدی کے بیٹے شیخ عبداللہ نجدی نے بھی آٹھویں ربیع الاوّل کو یومِ وفات لکھا ہے۔

(مختصر سیرۃ الرسول ص:۹ 'طبع جہلم)

تاریخِ وفات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قاری محترم: بیان کردہ تمام تاریخوں میں سے قدیم سیرت نگار' جید محدثین اور مستند مفسرین 'فقید المثال مؤرخین نے صحابہ کرامؓ اور تابعین سے دو تاریخوں کو ترجیحاً اور تائید اً بیان کیا ہے۔

اوّلاً: صحابہ کرامؓ میں سے سیدنا عبداللہ '[1] ابنِ عباس رضی اللہ عنہ وسیدنا انس [2] بن مالکؓ سے اُن کے تلامذہ اکابر آئمہ تابعین میں سے امام شہید حضرت سعید [3] بن جبیر امام سلیمان [4] بن طرخان التیمی حضرت غترہ بن عبد الرحمان [5] الشیبانی 'حضرت سعد [6] بن ابراہیم 'حضرت محمد [7] بن قیس المدنی اور امام محمد باقر بن امام زین العابدین سے جید سندوں کے ساتھ کہ دو ربیع الاوّل وصال بکمال ہوا۔

ثانیاً: حضرت عروہ بن زبیر 'حضرت موسیٰ بن عقبہ 'امام ابنِ شہاب زہری 'امام لیث بن سعد 'امام ابو نعیم [8] الفضل بن ذکین سے یکم ربیع الاوّل وفاتِ نبوی ہونا مروی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

۱)۔ تفسیر جامع البیان 'الطبری (٦/ ۵۱ طبع بیروت)

۲)۔ تاریخ الامم والملوک :الطبری (۳/ ۱۹۷) طبع بیروت)

۳)۔ الاتقان فی علوم القرآن السیوطی (۱/ ۲۷) طبع لاہور

۴)۔ "دلائل النبوۃ" البیہقی (۷/ ۲۳۴ طبع بیروت)

۵)۔ معالم التنزیل (البغوی (۱۷/ ۲۳۴) طبع القاہرہ)
٦)۔ البدایہ والنھایہ ابنِ کثیر (۵/ ۲۵۵) بیروت۔)
۷)۔ البدایہ والنھایہ ابنِ کثیر (۵/ ۲۵۵)
۸)۔ ایضاً

برادرانِ اسلام: یکم اور دوم ربیع الاوّل میں کوئی فاصلہ نہ ہونے اور اُس زمانے کے حالات کی بناء پر دونوں میں تطبیق و مشکل نہیں ہے لہٰذا یہ دونوں قول تقریباً ایک ہی ہیں۔ امام حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری العسقلانی (۸/ ۱۳۰ طبع لاہور) میں نہایت مفصل بحث کرکے "دوم ربیع الاوّل کو ہی ترجیح دی اور بارہ ربیع الاوّل کو یومِ وفات ہونے کی روایت کو عقل و نقل کے خلاف ثابت کرکے راوی کا وہم ثابت کرتے ہوئے غلط قرار دیا۔

ان کے علاوہ معتمد مفسرین و محدثین کا بھی اسی پر اجماع ہے۔ اس پر تقریباً تمام کتب تفسیر شاید عادل ہیں۔
(عامۃ کتب التفاسیر زیر آن تکمیل دین مابعد)

لیکن شومی قسمت دیوبندی' وہابی علماء اپنی عادت و مشن کے مطابق شانِ رسالت ﷺ کا یوں برملا چرچا برداشت نہ کرسکنے کی وجہ سے سلف صالحین' اکابرین' اُمت کی تحقیق و تائید کو نظرانداز کرتے ہوئے ایک مؤرخ کے بے سند قول کو ترجیح دیتے ہوئے واویلا کررہے ہیں حالانکہ وہ دیگر نظریات کی طرح اس مؤقف میں بھی علمائے اُمت کی تائید سے بالکل محروم ہیں۔

خُوشی اور غمی منانے کا شرعی ضابطہ

قاری محترم / قارئین آپ نے بھی دیکھا ہوگا جشنِ میلادِ رسول ﷺ کے انعقاد کے روز بروز اضافہ سے یہ لوگ کچھ عجیب بوکھلاہٹ کا شکار ہوجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کی تحریر و تقریر میں یہ الفاظ بھی دکھائی اور سنائی دیتے ہیں کہ یہ بدعتی لوگ وفات کا غم منانے کے بجائے خُوشی مناتے ہیں۔
ایسا لگتا ہے تعصب اور شدت پسندی کی وجہ سے یہ پاسبانِ شریعت ہونے کے دعویدار "خُوشی اور غمی منانے کا شرعی ضابطہ" بھی جان بوجھ کر بھول جاتے ہیں حالانکہ اگر بالفرض بارہ ربیع الاوّل "یوم وفات" مان بھی لیا جائے تو پھر بھی سوگ منانا ممنوع ہی ہوگا کتب حدیث میں یہ چمکتی چمکتی روایت سوگ و غم منانے کے شرعی ضابطے کو بالکل واضح کر رہی ہے۔
اُمِرْنَا اَنْ لَّا نُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا لِزَوْجٍ "ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم کسی وفات یافتہ پر تین روز کے بعد غم

نہ منائیں۔

(الصحیح البخاری۔ مگر شوہر پر (چار ماہ دس دن تک بیوی غم منا سکتی ہے) الموطا امام مالک۔ وغیرہ جبکہ نعمت کی خوشی منانا شرعاً ہمیشہ 'بار بار منانا' شکر ادا کرنا۔ محبوب و مستحب عمل ہے' بارہ ربیع الاوّل حضور سیّد دوعالم ﷺ کا یومِ میلاد ہے کون نہیں جانتا کہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی نعمت عظمیٰ ہے اور قرآن نے نعمت کے نزول کے دن کو یومِ عید قرار دیا ہے جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے نزول مائدہ کے دن کو اوّلین و آخرین (پہلے اور بعد میں آنے والوں کے لیے یومِ عید قرار دیا۔

سورۃ المائدہ (۵/ ۱۱۴)

دیکھئے سیدنا آدم علیہ السلام جمعۃ المبارک کو پیدا بھی ہوئے اور اسی روز وصال بھی ہوا۔ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ۔

(السنن النسائی ۱/ ۱۵۰)

اسی دن کے بارے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ یہ یومِ عید ہے اللہ تعالیٰ نے اسے مسلمانوں کے لیے عید کا دن بنایا ہے۔

(السنن ابن ماجہ (۱/ ۷۸)

جمعہ کا دن یومِ میلاد النبی ﷺ بھی اور یومِ وفات النبی ﷺ بھی اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے وفات کے غم کو نظر انداز کرتے ہوئے یومِ میلاد کی خوشی کو باقی رکھا اور ہر جمعہ کو عید منانے کا حکم دیا۔

مسئلہ دن کے اُجالے کی طرح واضح ہو گیا کہ ایک ہی دن غمی اور خوشی کے واقعات جمع ہو جائیں تو ازروئے شریعت غمی کی یاد تین روز کے بعد ختم کر دی جاتی ہے اور خوشی کی یاد ہمیشہ باقی رکھی جاتی ہے۔

لہٰذا بارہ ربیع الاوّل یومِ میلاد و وفات مان بھی لیا جائے تو وفات کا سوگ وفات کے تین روز بعد ختم ہو چکا اور اب میلاد کی خوشی قیامت تک جاری و ساری رہے گی۔

ذرا بحیثیت مومن درود شریف پڑھتے ہوئے سوچیں کہ ہم کس کا سوگ و غم منائیں اور کیوں منائیں؟۔

آپ بھی جانتے ہیں کہ سوگ و غم تو ہمیشہ اس کا کیا جاتا ہے جو مر جائے اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد و اثرات اختتام پذیر ہو جائیں۔ مثال کے طور پر بیٹے کی وفات پہ سوگ و غم اس لیے منایا جاتا ہے کہ وہ بھی اور اس کے ذریعے ملنے والے فوائد بھی ختم ہو گئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم صدیوں بعد پیدا ہونے والے فرزندانِ توحید اپنے نبی رحمۃ اللعالمین تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے وصال بکمال کا غم منائیں تو کیوں منائیں۔ غم تو اس کا منایا جاتا ہے جو مر جائے اور ختم ہو جائے۔

ہمارے نبی ﷺ تو امر ربی کی تعمیل کے بعد بے مثل برزخی حیات رکھتے ہیں۔ وہ شہیدوں کے بھی آقا ﷺ

ہیں وہ تو حیات النبی ہیں۔ آپ ﷺ تو اب بھی گنبدِ خضریٰ کی مکیں میں جسدِ نبوت کے ساتھ تربت اطہر میں موجود ہیں اور خدا داد کمالات یعنی نورِ نبوت، رحمت، شان شاہدیت اور روحانی استداد سے چار سُو جلوہ گر ہیں۔ وہ آفتاب نبوت (سراجاً منیراً) ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ تریسٹھ سالہ ظاہری حیات میں اپنے بھی دیکھتے تھے اور غیر بھی لیکن اب صرف اپنے ہی دیکھتے ہیں۔ اب دل بینا اور صاحبِ نظر ہی دیکھتے ہیں۔ کئی با نصیب خواب میں زیارت کے مزے لوٹتے ہیں اور کئی خوش نصیب ایسے بھی ہیں جنہیں وہ حالتِ بیداری میں اپنا دیدار دیتے ہیں۔ لاتعداد عشاقِ رسول ﷺ کے واقعات سینکڑوں کتب میں موجود ہیں۔ ہمارا تو کلمہ ہی ہر لحہ اس حقیقت کی گواہی دے رہا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

بالاتفاق علمائے اُمت کا اس بات پہ اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے وہ دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

اس لیے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ کمالات، شانِ حیات اور فوائد و اثرات کے ساتھ موجود ہیں اور تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ ہیں۔

اسی طرح جب اُمتِ مسلمہ کی کثرت اپنے آقا و مولیٰ کی آمد سب نعمتوں کی جان یقین کرتے ہوئے، شرعی حدود میں رہتے ہوئے شکرانِ نعمت کے مختلف انداز اپناتے ہوئے نعمت عظمیٰ سرورِ عالم ﷺ کی شان و عظمت کا چرچا کرتے ہیں تو جشن کا سماں بن جاتا ہے اور رجب ہر طرف "قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا" "اے محبوب فرما دیجیے اللہ کا فضل اور اس کی رحمت کے آنے) پر چاہیے کہ لوگ خوشی منائیں۔ (سورۃ یونس ۱۰-۵۸)

حکم خداوندی پر عمل ہوتا ہے اسلامی ممالک کے علاوہ بھی جب یورپ کے در و دیوار اللہ اکبر اور سیدی مرشدی یا نبی یا نبی ﷺ کے نعروں سے گونج اٹھتے ہیں تو اپنے بھی اور غیر دنیا بھی وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہم نے آپ کا ذکر آپ کے لیے بلند کر دیا۔ کی جھلک جب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ دیارِ غیر میں بھی اپنے سچے نبی ﷺ کے نعرے بلند ہو رہے ہیں تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ سینکڑوں غیر مسلم جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کی پُرنور اور رحمتوں سے بھرپور تقریبات دیکھ کر اور شریک ہو کر میلاد والے نبی ﷺ کی غلامی میں آگئے اور آ رہے ہیں اور آج یورپ کے اندھیرے نورِ اسلام سے اُجالوں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ علامہ محمد اقبال علیہ الرحمتہ یوں منظر کشی کرتے ہیں۔

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے

ملتِ اسلامیہ کا اپنے پیارے نبی ﷺ سے محبت و عقیدت کا یہ والہانہ انداز بھی دیو بندی وہابی علماء برداشت کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس جاہر و بابرکت عمل سے عوام الناس کی توجہ ہٹانے کے لیے یہ پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ مشہور نجومی، ماہر فلکیات، محمود پاشا فلکی کی تحقیق و حساب کے مطابق حضور اکرم ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاوّل ہے۔ لہٰذا بارہ ربیع الاوّل آپ ﷺ کا یوم میلاد نہیں ہے۔ پھر اپنی تحریر و تقریر میں بڑے زور دار الفاظ میں اس کی تائید میں گفتگو کرتے ہیں۔

برادرانِ اسلام ۹ ربیع الاوّل کا قول نہ کسی صحابی تابعی اور نہ ہی سلف صالحین میں سے جید کسی شخصیت کا ہے۔ یہ صرف اور صرف محمود پاشا فلکی کی تحقیق ہے اور اسے صرف اور صرف برصغیر کے بعض سیرت نگاروں نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ مؤرخ خود بھی حتمی طور پہ نہیں جانتے کہ محمود پاشا کہاں کے رہنے والے ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ تحقیق ان کی کس کتاب میں موجود ہے اور اس کا نام کیا ہے پھر اگر ایک ماہر فلکیات کی یہ تحقیق ہے بھی تو کیا ہوا۔ اہلِ علم جانتے ہیں سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی بھی کوئی بات حرفِ آخر نہیں ہوتی۔ سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ ان حضرات کی سوچ کا زاویہ کیا عجیب رنگ پیش کرتا ہے حالانکہ اس کے برعکس "بارہ ربیع الاوّل یومِ میلاد ہونا" صحابہ کرامؓ تابعین فقید المثال مفسرین و محدثین مستند مؤرخین اسلام کی بیان کردہ روایت ہے۔

بارہ ربیع الاوّل ہی یومِ میلادِ رسول ﷺ ہے

ولادت باسعادت کی تاریخ کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے صرف ایک ہی قوی و مستند روایت بارہ ربیع الاوّل کی منقول ہے۔ عَنْ عَفَّانَ عن سعید بن مِینَا عَن جابِرٍ وَ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُمَا قَالَا وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلَّم عَامَ الْفِیْلِ یَوْمَ الاثنینِ الثَّانِیْ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِیْعِ الاوّلِ۔

بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی (۲/۱۸۹ بیروت)

البدایہ والنہایہ ابن کثیر (۲/۲۶۰ مطبوعہ بیروت)

"عفان سے روایت ہے وہ سعید بن مینا سے راوی کہ جابر اور ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں بروز سوموار بارہویں ربیع الاوّل کو ہوئی۔"

راویوں کی توثیق

اس کی سند میں پہلے راوی عفان کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ عفان ایک بلند پایہ امام ثقہ اور صاحب

ضبط ہیں اور سید بن مینا دوسرے راوی ہیں یہ بھی ثقہ ہیں۔

(خلاصہ تذھیب تہذیب الکمال الخزرجی ص: ۱۴۳/۲۶۸ طبع بیروت)

حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ دو جلیل القدر فقیہ صحابیوں کی صحیح الاسناد روایت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت مقدس بارہ ربیع الاول عام الفیل میں بروز سوموار ہوئی پھر عالی مقام تابعین سمیت فقید المثال مورخین اسلام نے اسی موقف کو اپنایا۔ عالم اسلام کے سب سے پہلے سیرت نگار امام محمد بن اسحاق ہوں' امام ابن جریر طبری ہوں یا دورِ حاضر کے عظیم سیرت نگار محمد الصادق ابراہیم عرجون ہوں۔

(السیرۃ النبویہ ابن ہشام ج:۱ ص:۱۷۱' تاریخ طبری ج:۲/۱۲۵' محمد رسول اللہ ج:۱ ص:۱۰۲)

بلکہ حضرت زبیر بن بکار' امام ابن عساکر' امام جمال الدین ابن جوزی' ابن الجزار' شیخ الہند شاہ عبد الحق محدث دہلوی وغیرہ نے بارہ ربیع الاول کو یوم میلاد ہونے پر اہلِ تحقیق کا اجماع نقل کیا ہے کہ یہی علماء و اہلِ اسلام کا مسلک ہے۔

السیرۃ الحلبیہ۔ الزرقانی علی المواھب' ما ثبت من السنۃ' نجدی سعودی حکومت سے پہلے ملکی سطح پر بارہ ربیع الاول ہی کو اہلِ مکہ و مدینہ کا میلاد شریف منانے کا معمول تھا۔

(المواھب اللدنیہ ۱/۱۳۲' ما ثبت من السنۃ ص:۹۵)

(بیان المیلاد النبوی ابن جوزی' فیوض الحرمین ص:۸۰/۸۱ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

شمائم امدادیہ مرشد اکابر علماء دیو بند حاجی امداد اللہ مہاجر مکی' حق کے متلاشی میرے اسلامی بھائی اللہ کریم نے آپ کو عقل و خرد کی دولت عطا کر رکھی ہے۔ خود ہی ایمانی نگاہ سے مذکورہ بالا نگارشات پر ایک بار پھر پڑھ لیں خود ہی منصف بن جائیں اور فیصلہ فرمائیں۔

"۹ ربیع الاول یومِ میلاد ہونا" صرف اور صرف غیر معروف ماہر فلکیات محمود پاشا فلکی کی نامعلوم کتاب سے لی جانے والی تحقیق ہے جسے صرف پاک و ہند کے بعض مورخین نے اپنی کتاب میں نقل کیا۔

دوسری طرف "بارہ ربیع الاول کو یومِ میلاد ہونا" دو فقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحیح الاسناد روایت' عالی مقام تابعین' معتمد مفسرین' جید محدثین' باعظمت سیرت نگار اور معتمد مورخین اسلام کی تائید سے ثابت ہے جس پہ جمہور علماء اسلام کا اجماع موجود ہے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ دیو بندی' وہابی علماء کے اکابرین میں سے اہلِ حدیث کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب الشمامۃ العنبریہ فی مولد الخیر البریہ صفحہ:۷ اور علماء دیو بند کے مفتی اعظم مفتی محمد شفیع

اپنی کتاب "سیرت خاتم الانبیاء صفحہ: ۸۱ پر بارہ ربیع الاول کو بروز پیر ہی یومِ میلاد لکھتے ہیں۔

اب آپ ہی بتائیں کہ ایک ماہر نجومی کے حساب کے زائچے پہ اتنا یقین کرلیا جائے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' تابعین' سلف صالحین اور جید مورخین کی روایت ثابت کو سرِ عام جھٹلا کر امت میں اختلاف وانتشار پھیلانا کون سے اسلام کی خدمت ہے۔ مکڑی کے جالے سے کمزور دلیل کا سہارا لے کر اخلاص 'محبت وعقیدت سے ذکرِ رسول ﷺ کی محافل کا انعقاد کرنے والوں پر فتویٰ بازی کرنا' انتہا پسندی نہیں تو کیا ہے؟۔

صرف اتنا عرض کرتا ہوں۔ تعصب وعناد کی عینک اُتاریں اور ٹھنڈے دل سے سوچیں۔ کیا محفلِ میلاد میں بنائے جانے والے سارے اجزاء کی اصل قرآن وحدیث میں موجود نہیں؟۔ اس کے منعقد کرنے میں کون سی سنت ثابتہ کی خلاف ورزی ہوتی ہے؟۔ اور کون سے فعل حرام کا ارتکاب ہوتا ہے؟۔ کیا دوسرے ناموں کے ساتھ سینکڑوں ایسے ہی اجتماعات کا اہتمام آپ بھی نہیں کرتے؟۔ تو پھر خدارا اس اُمت مرحومہ پہ ترس کھائیں' انتہا پسندی کے فتووں سے مزید اُمت کو ٹکڑے نہ کریں۔ اغیار کے سامنے ہم تماشہ بن چکے ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ دار العمل ہے۔ بعد از موت دار الجزاء ہے۔ وہاں کوئی گروہ وجماعت کام نہیں آئے گی۔ باذنہ تعالیٰ شفیع دوعالم صاحب میلاد نبی کریم ﷺ ہی کی ذات کام آئے گی۔

برادرانِ اسلام! بات دراصل یہ ہے کہ فرقہ وہابیہ کا یہ منشور ہے کہ ہر وہ عقیدہ وعمل جسے سلف صالحین' اولیائے کاملین کی تائید حاصل ہو اور جس سے تاجدارِ نبوت سیدنا حضرت محمد ﷺ کی عظمت وکمال' مخلوق کے سامنے واضح ہو اور آپ ﷺ کی محبت وعقیدت دلوں میں جاگزیں ہوتی ہو۔ اس کو شرک وبدعت اور حرام قرار دے کر امت کے نوجوانوں کو ان سے دور رکھا جائے۔ علمائے ربانین کے عقائد ومعمولات کے بارے میں ملت کی صفوں میں شکوک وشبہات اور اختلافات پیدا کیئے جائیں۔

آپ نے بھی دیکھا ہوگا

کہ یہی لوگ اپنی مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے بہت سارے اجتماعات شب وروز منعقد کرتے رہتے ہیں۔ سیرت کانفرنس' علمی سیمینار' ختم بخاری' دینی مدارس کے سالانہ جلسہ دستار بندی' سیاسی جماعتوں کے جلوس' جھنڈے لہرا کر اپنے لیڈر کا استقبال اور نعرے سب کچھ وہ کرتے ہیں جو اس انداز سے عہدِ رسالت مآب ﷺ میں نہیں ہوتا تھا لیکن عوام کے چندہ سے کروڑوں روپے لگا کر یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ ان کے فتوؤں کے مطابق ہی ایسے کام جو حضور ﷺ کے دور میں نہیں تھے انہیں کرنا بے دینی ہے۔ خدارا آپ اس بے دینی کے کاموں پر اتنا اسراف کرنے والے کیسے دیندار لوگ ہیں؟؟؟ اگر کرتے ہیں تو جواز کے کیا دلائل ہیں؟ ساتھیو! آپ ان کے ساتھ گفتگو کر

کے دیکھیں، وہی دلائل پیش کریں گے جو سرکارِ دوعالم ﷺ کی محفلِ میلاد کے حق میں ہم پیش کرتے ہیں اور یہ تردید کرتے ہیں اور شرک و بدعت کے فتوے لگاتے ہیں۔ اللہ پناہ

یہ عجب دورُخی ہے!

کہ "تبلیغی جماعت" کے اکابرین علمائے دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اپنی کتاب "ہفت مسئلہ" میں لکھتے ہیں کہ "اس میں کسی کو کلام نہیں کہ نفس ذکرِ ولادت شریف حضرت فخرِ آدم سرورِ عالم موجب خیرات و برکات دنیوی و اخروی ہیں" "مزید یوں رقمطراز ہیں" "اور فقیر کا یہ مشرب ہے کہ محفل میلاد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لُطف و لذت پاتا ہوں۔" (فیصلہ ہفت مسئلہ) اسی طرح وہابی فرقہ کے ہی عظیم عالم نواب سیّد صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ "سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت نہ ہو اور شکر خُدا کے حصول پر اسے نصیحت نہ کرے، وہ مسلمان نہیں) (الشمامۃ العنبریہ) اس لیے خُدارا سلف صالحین، محدثین اور اولیائے کاملین کے تائید شدہ عقیدہ و عمل پر شرک و بدعت کے فتوے لگانے سے پہلے اتنا تو سوچ لیا کریں کہ اس کی زد میں کون کون سی شخصیات آئیں گی۔ اگر یہ طریقہ آپ جاری رکھیں گے تو اس سے شائد آپ اپنے علماء کے خود ساختہ عقیدہ کا پرچار تو کرلیں گے مگر صحابہ کرامؓ اہلِ بیت اطہار علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین کے عقائد و اعمال کے بارے میں آنے والی اُمتِ مسلمہ شکوک و شبہات اور بے یقینی کا شکار ہو جائے گی جن کی جانی و مالی قربانی علمی اور عملی خدمات کی وجہ دینِ اسلام کا نُور ہم تک پہنچا۔ یہی نفوسِ قدسیہ حقانیت و صداقت کی علامت ہیں اور اس حقیقت کو ویسے بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ حق ایک لازوال قوت ہے، اِسے چھپایا اور مٹایا نہیں جاسکتا۔ ایک دن بول بالا حق کا ہی ہوتا ہے۔

برادرانِ اسلام! آپ جانتے ہیں کہ اس وقت چار سُو عالم میں اسلام اور داعی اسلام تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے خلاف زہریلہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ گستاخانِ رسول کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ اُمت کے دلوں سے روحِ محمد ﷺ نکالنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ یورپ میں قادیانی احمدی اپنے لٹریچر اور نام نہاد مسلم ٹی وی کے نام سے 24 گھنٹے کی نشریات میں دینِ اسلام کی تبلیغ کی آڑ میں اپنی بد عقیدگی کی گندگی پھیلارہے ہیں اور یورپ میں بسنے والے مسلم نوجوان کا ٹارگٹ ہیں۔ وہ ان کی اسلامی و ایمانی دُنیا لوٹنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

آیئے! ایمانی آواز پر لبیک کہتے ہوئے!

☆ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی محبت و عقیدت سے دل کی دُنیا آباد رکھتے ہوئے قرآن و حدیث میں بیان کردہ سارے

کمالات واختیارات تسلیم کریں اور آپ ﷺ کی عظمت و تقدیس کا برملا اظہار کریں تاکہ ہر اک پکار اُٹھے کہ ختمِ نبوت کے تاجدار صرف آپ ﷺ ہی ہیں۔

☆ محافلِ میلاد کی کثرت سے جشنِ آمدِ رسول ﷺ منانے کا اہتمام کریں تاکہ نوجوان نسل سیرتِ رسول ﷺ، محبت واطاعتِ رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار ہو کر اعمالِ صالحہ کو اپنانے کے لیے تیار ہو جائے کیونکہ ایسی محافل میں نزولِ رحمت اور ذوقِ محبت کی فراوانی ہوتی ہے جس سے قلب و روح عشقِ رسول اور خوفِ خدا کے نُور سے روشن ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

☆ بصد اخلاص و ادب اُمتِ مسلمہ کی حالتِ زار اور جذبہ خیر اندیشی کے پیشِ نظر تمام کلمہ گو کی خدمت میں ہمدردانہ گزارش ہے کہ ہم سب تشدد اور انتہا پسندی کی روش سے باز آ جائیں اور "میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ کے بعد" کے ایمانی نظریہ پہ عمل کریں۔ انشاءاللہ تعالیٰ حلاوت و چاشنی نصیب ہو گی۔

☆ رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ولادتِ باسعادت پُوری اُمت پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔ آیئے! اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول کی خُوشی و مسرت کے اظہار کے لیے اَدائے شکر کے وہ سارے کے سارے طریقے اپنائیں جنہیں قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے اعمال کی تائید حاصل ہے۔

☆ شرعی حدود میں رہتے ہوئے جشنِ میلادِ رسول ﷺ کے اجلاس و جلوس میں ادب واحترام کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اور درود و سلام پڑھتے ہوئے شریک ہو کر کمالاتِ تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کے منکرین کو زبانِ حال سے جواب دیں کہ آخرت پر دُنیا کو ترجیح دینے والو! تمہارے زہریلے پروپیگنڈے اور گھناؤنی سازشوں کا ہم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ ہم خُود پردیسی ضرور ہیں لیکن ایمان کو پردیسی نہ ہونے دیں گے۔ ہم پہلے بھی محمدی ﷺ تھے، اب بھی محمدی ﷺ ہیں اور مریں گے بھی محمدی ﷺ اور اُٹھیں گے بھی! لوائے حمد کے سائے میں محمدی ہو کر۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

☆ آؤ! ساری مخلوق سے امن، محبت، اخوت کا جو محمدی پیغام ہے۔ آیئے اسے عام کریں۔ سراپاء امن و محبت کی علامت بن جائیں۔ یہی ایک مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے۔ آیئے۔ اللہ اکبر اور یا رسول اللہ کے نعروں سے اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کی غلامی کی قلبی تصدیق کا اقرار و اظہار کریں۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيْبِكَ الْمُصْطَفٰى وَ اَنْتَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۝